اسلام اور علم ہیئت کے نئے مسائل

جناب حاجی احسان الحق صاحب بجنوری ایم۔ایس سی (علیگ) سابق استاذ طبعیات
(مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ)

"معارف اعظم گڈھ کی اشاعت بابت ماہ ستمبر ۶۷ء میں جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (پیرس) کا ایک مقالہ مذکورۂ بالا عنوان سے شائع ہوا ہے۔ محب مکرم مولانا سعید احمد اکبرآبادی اڈیٹر "برہان" نے مجھ سے اس مقالہ کا ذکر کیا۔ اور معارف کا یہ پرچہ عنایت فرما کر مجھ سے اس مقالہ کو بغور پڑھنے اور اُس پر اظہار خیال کرنے کی فرمائش کی۔ چوں کہ اس قسم کے مسائل سے مجھ کو ہمیشہ دلچسپی رہی ہے اور میں ان پر برابر غور و خوض کرتا رہا ہوں اس لئے میں نے مولانا کی دعوت فوراً بخوشی قبول کر لی اور یہ چند معروضات اسی کا نتیجہ ہیں۔ امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب اور دوسرے ارباب علم جن کو ان مسائل سے دلچسپی ہے ان پر غور فرمائیں گے۔"

اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے بڑی محنت سے کام لیا ہے اور بہت مواد غور و فکر کے لئے جمع کیا ہے جو باعث تحسین ہے۔ جو امور فقہا سے تعلق رکھتے ہیں ان کے متعلق مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہاں اتنا ضرور کہوں گا کہ ایسے سوالات بہت زمانہ سے چل رہے ہیں جیسے جہاں ۲۴ گھنٹے سے زیادہ دن ہوگا وہاں نماز روزہ کے کیا احکامات ہوں گے۔ تقابلی جنتریاں جو بنائی گئی ہیں وہ کئی اصول پر ہیں ایک میں سال قمری ۳۵۴ ۳/۸ دن کا مانا گیا ہے اور مسلمانوں کی کتابوں میں یہی ہے جو ذرا غلط ہے لیکن اس میں یہ خوبی ہے کہ اس کا دور چھوٹا اور

۸ سال کا ہے یعنی ۸ سال کے بعد پھر وہی تاریخ اور وہی دن ہوگا۔ اس میں محرم ۳۰ دن صفر ۲۹ دن اسی طرح ذی الحج ۲۹ دن کا ہوتا ہے لیکن دور کے ہر دوسرے۔ پانچویں۔ ساتویں سال ذی الحج ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ یہ طریقہ الیجز دیود کے نام سے منسوب ہے اور اس میں ہزار برس میں ۸ دن زیادہ ہوجاتے ہیں یہ نقص رفع کرکے دائمی جنتری بن سکتی ہے۔

دوسری قسم میں قمری سال ۳۵۴ ۷/۱۹ دن کا مانتا ہے اور اس کا دور ۱۳۳ سال کا ہے اور اس میں ۱۹ برس میں ۷ دفعہ ذی الحج کا مہینہ بجائے ۲۹ دن کے ۳۰ دن کا ہوتا ہے یہ بھی قدرے غلط ہے لیکن پہلے والے سے بہتر ہے اس میں دس ہزار برس کے اندر ۱۳ دن زیادہ ہوجاتے ہیں اس کا یہ نقص رفع کرکے دائمی جنتری بن سکتی ہے۔ تیسری قسم میں قمری سال ۳۵۴ ۱۱/۳۰ دن کا مانا گیا ہے اور اس کا دور ۲۱۰ سال کا ہے اور اس میں ۳۰ برس کے اندر ۱۱ دفعہ ذی الحج ۳۰ دن کا ہوتا ہے جن سالوں میں ذی الحجہ بجائے ۲۹ کے ۳۰ دن کا ہوتا ہے وہ یہ ہیں ۲ و ۵ و ۷ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۶ و ۱۸ و ۲۱ و ۲۴ و ۲۶ و ۲۹ اور اس سے بعد دوسرے ۳۰ سال میں ۳۲ و ۳۵ و ۳۷ و ۴۰ و ۴۳ و ۴۶ و ۴۸ و ۵۱ و ۵۴ و ۵۶ و ۵۹۔ اس طرح ۲۱۰ برس کے بعد وہی تاریخ اور وہی دن ہوتا ہے۔ یہ جنتری بہت زیادہ صحیح ہے اور اس میں دو ہزار پانچ سو برس میں ایک دن کم ہوجاتا ہے۔ اس کی بھی دائمی جنتری بن سکتی ہے لیکن دائمی کے معنی ابد تک کے نہیں ہیں بلکہ بہت عرصہ کے ہیں۔ عیسوی گریگوری چار ہزار برس کی ہوسکتی ہے کیوں کہ دس ہزار برس میں تین دن زیادہ ہوجاتے ہیں۔ یہ ۳۵۴ ۱۱/۳۰ والی قمری اور عیسوی گریگوری کا تقابل Wustenfeld Edward Mahler نے بھی کیا ہے اس کی مدد سے جناب خالدی صاحب نے ایک تقابلی جنتری بنائی ہے جس کو انجمن ترقی اردو ہند نے چھپوایا ہے اور اس کا ذکر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے اپنے اس مضمون میں بھی کیا ہے۔ ایک اور چوتھی جنتری ہے جو مصری ہجری کے نام سے موسوم ہے اس میں بھی یہی قاعدہ رکھا گیا ہے یعنی ۳۰ و ۲۹ و ۳۰ و ۲۹ اور ذی الحج بعض دفعہ ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ اس مصری ہجری کو اسلامی محمدی بڑی تقویم بمبئی شائع کرتی ہے میں نے اس کے متعلق بڑی تقویم کے پتہ سے معلوم کیا وہاں سے یہ جواب مبہم آیا کہ ہمارے یہاں تیار نہیں ہوئی۔

غالباً ہر سال کی کہیں اور جگہ سے آتی ہے اس کو یہ صرف چھاپ دیتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک زائد بات لکھتا ہوں چوں کہ ۱۹۶۶ء میں جو حج ہوا وہ بدھ کو ہوا ہے جس کے لئے پیر کی شام کو چاند نظر آنا چاہیئے۔ منگل کی پہلی اور ۹ / ذی الحج بدھ کی ہوئی۔ لیکن چاند کا وجود غیر مرئی یعنی القمر فی المحاق ہی منگل کو مکہ مکرمہ میں طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ ۲۶ منٹ بعد ہو رہا ہے اس وجہ سے پیر کی شام کو نظر آنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے اور منگل کی شام کو بھی وہ تحت الشعاع کی وجہ سے نظر نہیں آئے گا لیکن بلحاظ ہیئت ہوگیا اور بلحاظ رویت بدھ کی شام کو دکھائی دے گا اور ۹ / ذی الحج جمعہ کی ہوگی جو ہندوستان میں ہوئی۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ ٹیونس والوں کے یہاں ہیئت کے لحاظ سے ہوا یعنی حج جمعرات کو کیا اور بوہرہ حضرات نے بھی جمعرات کو کیا۔ بوہرہ حضرات سے ملا اور میں نے خود ان سے پوچھا کہ آپ نے حج جمعرات کو کس لحاظ سے کیا انھوں نے فرمایا کہ نہ ہم ہیئت جانیں نہ ہم شہادت جانیں نہ ہم رویت جانیں ہمارے یہاں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی جنتری موجود ہے اس سے تاریخیں مقرر کرتے ہیں اور وہ سن مصری ہجری ہے اس میں ۳۰ و ۲۹ کے مہینے ہوتے ہیں اور کبھی ذی الحج بجائے ۲۹ کے ۳۰ دن کا ہوتا ہے اور انھوں نے فرمایا کہ ہم آپ کو وہ جنتری بھیج دیں گے۔ میں نے تین خط لکھ کر ان کو یاد دلایا لیکن ابھی تک نہیں آئی ورنہ میں اس کا اصول بھی لکھتا۔ جب سیدنا برہان الدین صاحب یہاں علی گڈھ تشریف لائے تھے اس وقت بوہرہ حضرات سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ زمانہ ستمبر یا اکتوبر ۱۹۶۶ء کا تھا۔ اس جنتری میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ یکم محرم سنہ ھ جمعرات کو مانتے ہیں اور Wusten صاحب نے یکم محرم سنہ ھ جمعہ کی مانی ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ شمسی سال ۲۴۲۲ء ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے اور قمری سال ۳۶۷۰۶۸ء ۳۵۴ دن کا ہوتا ہے اور قمری مہینہ ۵۸۹ ۳۰ء ۲۹ دن کا ہوتا ہے اس لحاظ سے قمری مہینہ ½۲۹ دن سے کچھ زیادہ کا ہوتا ہے اور یہ اوسط ہے یعنی بعض دفعہ ¼ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور بعض دفعہ ¾ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اس وجہ سے بالکل مطابقت کرنے والی جنتری نہیں بنائی جا سکتی ہے اور جو صاحبان اس میں ذرا بھی درک رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ تخمینی جنتریاں ہیں ان کا کامل مطابقت

سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو کیسے نہ معلوم ہوا کہ یہ کامل مطابقت والی نہیں ہیں اور محقق یوروپین اصحاب کے متعلق ایسے الفاظ لکھ دیئے کہ "یہ ہے فرنگی تحقیق اس پر ہنسیں یا روئیں"۔ حالاں کہ خود فرماتے ہیں کہ مہینے ۳۰ اور ۲۹ دن کے ہوتے ہیں۔ یہی بات بتا رہی ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا کیوں کہ تجربہ کے خلاف ہے اس لئے کبھی دو چاند مسلسل ۲۹ کے ہو جاتے ہیں اور کبھی دو چاند مسلسل ۳۰ کے ہو جاتے ہیں۔ قدرے غور و فکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تخمینی ہیں اور ایسے الفاظ محققین کے لئے لکھنا صحیح نہیں ہے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مسلسل تین ۲۹ کے ہو جاتے ہیں اور مسلسل چار ۳۰ کے ہو جاتے ہیں جو پہلے سے معلوم ہیں۔ اگر موصوف یہ اور لکھ دیتے کہ استنبول کی رصدگاہ میں چار چاند ۳۰ کے مسلسل دیکھے گئے جو وہاں کے ریکارڈ میں موجود ہے وہ فلاں سن میں ہوئے تو مجھے بڑی خوشی ہوتی اس لئے کہ ایسے نادر واقعات کا ہر شخص جو دلچسپی رکھتا ہے متلاشی رہتا ہے مجھے امید ہے کہ موصوف مضمون نگار اس کی نشاندہی فرمائیں گے۔ جناب Spencer Jones جو گرینج رصدگاہ کے ۲۲ برس صدر رہے ہیں اپنی کتاب General Astronomy میں لکھتے ہیں کہ چاند کا حساب بہت ہی مشکل ہے اور چاند کی وضع اور مقام معلوم کرنے کے لئے پندرہ سو رقوم سے واسطہ پڑتا ہے۔ چاند کے متعلق سطحی طریقہ سے کام نہیں لینا چاہئے۔

ڈاکٹر صاحب نے جو محقق محمود فلکی صاحب پر قدرے زیادتی سے کام لیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ولادت باسعادت یعنی حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کس کو معلوم تھا کہ یہ بچہ دنیا کا کامل انسان ہوگا اس جیسا نہ پہلے کوئی ہوا اور نہ بعد کو ہوگا اس وجہ سے ولادت کی تاریخ اہتمام کے ساتھ قلم بند نہیں ہوئی ہوگی۔ اور جو تحریریں اور جو مواد جس کو ملا اس سے کام لیا گیا اور چوں کہ مختلف قبیلے تھے اور ان قبیلوں میں دشمنی رہتی تھی اور عصبیت بھی تھی۔ پھر وہاں مختلف اقسام کے سن رائج تھے جس کو مولوی اسحٰق النبی صاحب نے برہان میں مسلسل سات آٹھ قسطوں میں ۱۹۶۲ء میں توقیتی تضاد کے عنوان سے خوب واضح کیا ہے اور حق ادا کر دیا ہے اور کوئی لفظ کسی کی شان کے خلاف

نہیں نکلا ہے یہاں ہندوستان میں اب بھی میرے علم میں آٹھ سن چل رہے ہیں اور ایک ہی سن میں بعض کے آغاز سن میں اختلاف ہے ۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا ۔ بعض لوگ کسی ترمیم کو بہت دنوں کے بعد اختیار کرتے ہیں ۔ یہ صحیح ہے کہ نسی کو بند کر دیا گیا تھا لیکن بعض نے ممکن ہے اپنی عصبیت کی وجہ سے نہ بند کیا ہو جیسا کہ WHITAKER ALMANAC 1934, PAGE 1604 میں ہے ۴۱۲ء سے ۶۳۲ء تک لوند کا طریقہ جاری رہا یہ عربوں نے یہودیوں سے سیکھا تھا اس سے پہلے خالص چاند کا حساب تھا اور ان اختلافات یعنی توقیتی تضاد سے صاف ظاہر ہے کہ سنین میں کافی اختلاف رہا ہوگا ۔ گریگوری سن کو رومن کیتھالک ریاستوں نے تو ۱۵۸۲ء میں مان لیا تھا ۔ پروٹسٹنٹ نے نہیں مانا لیکن بعد میں انھوں نے بھی مان لیا ۔ برطانیہ نے ۱۷۵۲ء میں مانا ۔ روس نے ۱۹۱۸ء میں اور رومانیہ اور یونان نے ۱۹۲۴ء میں تسلیم کیا ۔ یہ ہے عصبیت قومی کہ باوجود ایک مذہب ہونے کے صدیوں بعد ایک اچھی اسکیم کو مان رہے ہیں ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اساس کے لئے مواد صاف اور ستھرا نہ ملا اس وجہ سے سب کو دقت پڑی اور اختلاف باقی رہا ۔ رہی یہ بات کہ پہلے تاریخ مقرر کرلی اور پھر زائچہ بنایا یہ دیانت کے خلاف ہے میں اس کو مان نہیں سکتا ۔ اس کے لئے بڑے ثبوت کی ضرورت ہے اس لئے کہ یہ سنگین جرم ہے ۔ ولادت باسعادت کے متعلق اور عرض کرتا ہوں کہ اس میں کئی قول ہیں

(۱) ۲۲ر اپریل ۵۷۱ء بروز دوشنبہ (گریگوری) مطابق ۸ر ربیع الاول سنہ ۱ھ یعنی ۵۰ روز بعد آغاز عام الفیل نظام الدین مرحوم جج حیدرآباد جو بڑے محقق تھے یہی لکھتے ہیں ۔

(۲) محمود فلکی صاحب ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل میں بتاتے ہیں مطابق ۵۷۱ء گریگوری ۲۲ر اپریل دوشنبہ ——

(۳) کتب مستند تاریخ ابومعشر بلخی رحمت اللہ علیہ ۱۲ر ربیع الاول سنہ ۵۲ھ قبل ہجرت اور ۴۰ برس بعد واقعہ عام الفیل بروز دوشنبہ ۲۲ر اپریل ۵۷۱ء گریگوری اس کو سید محمد مجتبےٰ صاحب نے اپنی کتاب النجوم میں دیا ہے (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کتابت میں غلطی ہے بجائے ۴۰ برس کے

۴۰ روز (دن) ہیں یا بعثت ۴۰ سال بعد واقعہ عام الفیل۔

(۴) ڈاکٹر صاحب موصوف جولائی ۵۶۹ء بتاتے ہیں۔ مگر یہ نہیں واضح فرماتے کون سی جولائی اور کون سی ربیع الاول۔

(۵) ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل مطابق ۱۱ دسمبر ۵۶۹ء گریگوری بروز دوشنبہ مولوی حبیب الرحمان صاحب مرادآباد "برہان" اپریل ۱۹۶۵ء میں بتاتے ہیں۔ بہت مفصل مضمون ہے کاوش سے لکھا گیا ہے۔

اب غور کرنے کی بات ہے کہ کہاں ۲۲ اپریل ۵۷۱ء اور کہاں جولائی ۵۶۹ء اور کہاں ۱۳ دسمبر ۵۶۹ء اور کہاں ۱۲ ربیع الاول اور کہاں ۸ ربیع الاول اور وہ ہی دوشنبہ کا دن کتنا فرق ہے؟ سید امیر علی اپنی مشہور کتاب SPIRIT OF ISLAM (اسلام کی روح) میں ۱۲ ربیع الاول کچھ ۵۰ روز سے زیادہ بعد واقعہ عام الفیل مطابق ۲۹ اگست ۵۷۰ء لکھتے ہیں۔ اگر یہ جولیانی تاریخ ہے تو جمعہ کا دن ہوتا ہے اور اگر گریگوری ہے تو بدھ کا دن پڑتا ہے غرض بہت اقوال ہیں کسی پر کوئی طعن نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مختلف مواد ملنے کی وجہ سے ہے۔

ولادت باسعادت کے معاملہ میں تو ہونا ہی چاہیئے تھا کوئی تعجب کی بات نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ جس کی نشاندہی محمود فلکی صاحب نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ یہ تسلیم ہے کہ ۹ ذی الحج سنہ ۱۰ھ کو جمعہ کا دن تھا یعنی حج جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے جمعہ کے دن ہوا اور یہ بھی تسلیم ہے کہ وفات شریف ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن ہوئی۔ ان دو تاریخوں کے درمیان تین چاند پڑتے ہیں۔ وہ تینوں ۲۹ کے ہو سکتے ہیں۔ تینوں ۳۰ کے ہو سکتے ہیں۔ دو ۲۹ اور ایک ۳۰ کے ہو سکتے ہیں اور دو ۳۰ اور ایک ۲۹ کے ہو سکتے ہیں۔ ان چار شکلوں کے علاوہ اور پانچویں شکل نہیں ہے اور ان چار شکلوں سے ۱۲ ربیع الاول پیر کی نہیں ہوتی ہے محمد علی صاحب لاہوری اپنی کتاب خیر البشر میں دوسری ربیع الاول لکھتے ہیں اور اسی کتاب میں پہلی یا دوسری ربیع الاول بھی ایک جگہ اول ہی میں لکھتے ہیں مطابق ۱۱ جون ۶۳۲ء گریگوری لکھتے ہیں جو پیر کے دن پڑتی ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اس

کے متعلق کچھ نہیں فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مطمئن ہیں ۔ وفات شریف کا واقعہ ایسا ہے جس میں اسلام بہت دور دور پھیل چکا تھا اور یادداشت صحیح طور پر لکھی جانے لگی تھیں اور نسی ختم کر دی گئی تھی۔ جتنی نسی کے ختم ہونے سے پہلے کی تاریخیں ہیں ان میں بڑا چکر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ حدیثوں میں پڑھا ہے کہ ولادت مبارک کے دن غفر ستارے کے طلوع کا ذکر ہے ۔ مجھے غفر ستارے کا انگریزی نام نہیں معلوم ہے ڈاکٹر صاحب کی فہرست میں بھی یہ نام موجود نہیں ورنہ کچھ نہ کچھ پتہ چلتا اور مزید معلومات حاصل ہوتیں جیسے کہ یہ زمانہ اپریل کا تھا یا جولائی یا اگست یا دسمبر تھا اگر اس کی نشاندہی ہوجائے تو بہت بہتر ہو۔ اتنا مجھے معلوم ہے کہ چاند کی ایک منزل غفرہ (عفرا) ہے جو پندرھویں منزل ہے ۔ یہ منزل ۱۴ منازل شامی کے بعد آتی ہے اور یہ پہلی منزل یمانی ہے ۔ اس میں جب چاند آتا ہے اور پیر کا دن ہوتا ہے تو مولود بہت ذہین۔ ایماندار۔ بڑے کردار اور زیادہ عمر والا ہوتا ہے اس کا نام ہندی میں نچھتر (منزل قمر) سواتی ہے

محمود فلکی صاحب نے حضرت ابراہیم رضؓ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق جس سورج گرہن کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں کہ یہ سورج گرہن آدھی رات کے بعد ساڑھے آٹھ بجے شروع ہوا ۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آدھی رات کو سورج گرہن ہو؟ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یا تو یہ کتابت کی غلطی ہے یا اس کا کوئی اور مطلب ہے یعنی اگر امریکہ میں دن میں سورج گرہن ہو تو عرب میں رات ہوگی۔

اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ وقت آدھی رات سے شمار کیا جاتا ہے جیسے کہا جائے کہ سورج پانچ بجے نکلا ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدھی رات سے پانچ گھنٹہ کے بعد نکلا ۔ یہ مذاق اُڑانے کی بات نہیں تھی ۔ ساڑھے آٹھ گھنٹہ سے صاف ظاہر ہے کہ سورج گرہن چاشت کے وقت ہوا۔

رہا گرہنوں کا معاملہ یہ بڑا مشکل ہے ۔ اگر کوئی کتاب ایسی ہے جو مشاہدہ پر مبنی ہے وہ تو صحیح ہے اور اگر ایسی کتاب ہے جس میں پچھلے زمانہ کے گرہن حساب کے ذریعہ سے بتائے گئے ہیں تو یہ معاملہ غور طلب ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرانسیسی جدول کا نام نہیں بتایا ۔ اگر یہ جدول OPPOLZER کی ہے جو ایک زمانہ

ایک مستند سمجھی گئی جس میں BC ۱۲۰۰ سے (یعنی قبل مسیح علیہ السلام سے) اب تک جتنے گرہن ہوئے لکھے ہیں تو وہ فن ہیئت کی نئی روشنی میں ایک حد تک قابل اعتماد نہیں ہے اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ جدول کے اندر غلطی ہوگی نہ کہ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو سہو ہوا ہو۔

For Oppolzer Page 112 Journal of Royal Asiatic Society of Bengal August 1941 (By P.C. Gupta, Communicated By Prof. M.N. Saha F.R.S.)

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہودی اصحاب ۱۹ سال کے اندر لوند کا مہینہ چھ دفعہ ڈالتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ سات دفعہ ڈالتے ہیں اور حساب سے بھی سات دفعہ معلوم ہوتا ہے۔ شمسی سال ۲۴۲۲ ، ۳۶۵ دن کا ہے اس لئے ۱۹ شمسی سال ۶۰۱۸ ، ۶۹۳۹ دن کے ہوتے اور قمری سال ۳۶۷ ، ۳۵۴ دن کا ہے اس لئے ۱۹ قمری سال ۹۷۴۹ ، ۶۷۳۲ دن کے ہوئے اس لئے فرق ۶۲۶۹ ، ۲۰۶ اگر چھ مہینے لوند کے ہیں تو ہر ماہ ۱ ، ۳۶ دن کا ہوا اگر سات مہینے لوند کے ہیں تو ہر لوند کا مہینہ ۵۲ ، ۲۹ دن کا ہوا جو زیادہ قرین قیاس ہے۔ کیونکہ لوند کا مہینہ یہودیوں کے یہاں ۳۰ دن کا ہوتا ہے اور سال کبھی ۳۵۳ دن ۳۵۴ ، ۳۵۵ اور جب لوند کا مہینہ ہوتا ہے تو ۳۸۳ دن ۳۸۴ دن اور ۳۸۵ دن کا ہوتا ہے لوند کا مہینہ چھٹے مہینہ آذر اور ساتویں مہینہ نیسان کے درمیان ڈالا جاتا ہے اور اس کا نام آذر ثانی ہوتا ہے یعنی اس سال دو مہینے ایک نام کے ہوتے ہیں آذر اول اور آذر ثانی۔ عرب حضرات لوند کا مہینہ ذی الحجہ کے آخر میں ڈالتے تھے اور آخر میں ڈالنا زیادہ بہتر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جو آخر میں نوٹ دیا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں "اصل میں ۳۰ سال کا دور تھا اس میں گیارہ لوند ہوتی تھی لیکن سال کے ۱۲ مہینوں کی گردش کے لئے ہیں تے (یعنی ڈاکٹر صاحب نے) ۳۲ سال کا ذکر کیا ہے اس فرق کی اہمیت یہ ہے کہ ہر دور میں نسی کرنے والے سالوں کی ترتیب مقرر ہے جیسا کہ آگے تفصیل ہے۔ لوند۔۔۔